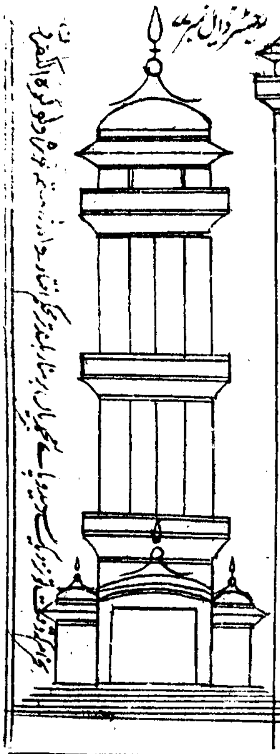

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار مہینے کی

۲ و ۶ و ۱۰ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۶ و ۳۰

تاریخ کو قادیان دارالامان سے شایع ہوتا ہے

الحکم

چہ گویم باتو گر آئی پئے یار قادیان بینی | دوائے شفا بینی غرض دارالامان بینی

(ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی)

قیمت پیشگی سالانہ

۱۔ عوام سے صہ/

۲۔ خواص و معاونین سے عہ

۳۔ ہندوستان سے باہر سے

۴۔ غیر مذاہب والوں سے سے ۱۲/

۵۔ اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگوں سے عہ ۱۲/

نوٹ عہ کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ذیل اشاعت کیوجہ سے کیا گیا ہے۔

نمبر ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۰۸ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۲۶ھ | جلد ۱۲

حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ایک سپارش

ہمارے بھائی جو اخبار الحکم پڑھتے ہیں انکی خدمت میں التماس ہے کہ اس مضمون کو ذرا غور سے پڑھیں اور توجہ کریں۔ اور جو نہیں پڑھتے اُن کو چونکہ ہماری اس بات سے بھی اطلاع نہ ہوگی لہذا پڑھنے والے بھائی ان کو اس سپارش کی اطلاع کردیں۔

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

(۳۱ مارچ ۱۹۰۸ء قبل ظہر)

پیر عبد اللہ شاہ صاحب ساکن ہنڈ صاحب خان ضلع اٹک جو کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے ایک معزز خلیفہ ہیں اور ان کو پیر صاحب موصوف کیطرف سے بیعت لینے کی بھی اجازت ہے۔ وہ تین دن سے قادیان میں تشریف رکھتے تھے انہوں نے آج حضرت اقدس کی خدمت میں نہایت ادب اور حق جوئی اور اطمینان قلب کی خاطر یوں عرض کی کہ "خدا کے بندوں کے ساتھ خدا کے نشان ہوتے ہیں۔ اور آپ کو بھی اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں مامور و مرسل بنا کر دنیا میں بھیجا ہے اور آپ کے ہزاروں نشان ظاہر ہو چکے ہیں مگر چونکہ میں ایک بہت دور دراز ملک کے رہنے والا ہوں اور ہم نے آپ کے اُن نشانات سے کوئی حصہ نہیں لیا جیسطرح آپکی موجودہ جماعت کے لوگوں نے آپ کے نشانات کو دیکھا ہے۔ لہذا میری غرض یہ ہے کہ کوئی نشان دکھایا جاوے جو کہ ہمارے اطمینان قلب اور ترقی ایمان کا باعث ہو۔

فرمایا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ بموجب تعلیم قرآن شریف ہمیں یہ امر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایکطرف تو اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں اپنے کرم رحیم۔ لطف اور مہربانیوں کے صفات بیان کرتا ہے اور رحمٰن ہونا ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف فرماتا ہے کہ ان لیس للانسان الا ما سعٰی اور والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا فرما کر اپنے فیض کو سعی اور مجاہدہ میں منحصر فرماتا ہے نیز اسمیں صحابہ رضی اللہ کا طرز عمل ہمارے واسطے ایک اسوہ حسنہ اور عمدہ نمونہ ہے۔ صحابہ رضی کی زندگی میں غور کرکے دیکھو۔ بھلا انہوں نے محض معمولی نمازوں سے ہی وہ مدارج حاصل کر لئے تھے؟ نہیں! بلکہ انہوں نے تو خدا کی رضا کے حصول کے واسطے اپنی جانوں تک کی پرواہ نہیں کی اور بھیڑ بکری کیطرح خدا کی راہ میں قربان ہوگئے۔ جب جا کر کہیں انکو یہ رتبہ حاصل ہوا تھا۔

اکثر لوگ ہم نے ایسے دیکھے ہیں وہ یہی چاہتے ہیں کہ ایک پھونک مار کر اُن کو وہ درجات دلا دیئے جاویں۔ اور عرش تک انکی رسائی ہو جاوے۔

ہمارے رسول اکرمؐ سے بڑھکر کون ہوگا۔ وہ افضل البشر افضل الرسل والانبیاء تھے۔ جب انہوں نے ہی پھونک سے وہ کام نہیں کئے تو اور کون ہے جو ایسا کر سکے۔ دیکھو آپؐ نے غار حرا میں کیسے کیسے ریاضات کئے۔ خدا جانے کتنی مدت تک تضرعات اور گریہ و زاری کیا کئے۔ تزکیہ کے لئے کیسی کیسی جانفشانیاں اور سخت سے سخت محنتیں کیا کئے۔ جب جا کر کہیں خدا کیطرف سے فیضان نازل ہوا۔ اصل بات یہی ہے کہ انسان خدا کی راہ میں جبتک اپنے اوپر ایک موت اور حالت فنا وارد نہ کرلے تب تک اودھر سے کوئی پرواہ نہیں کیجاتی۔ البتہ جب خدا دیکھتا ہے کہ انسان نے اپنی طرف سے کمال کوشش کی ہے اور میرے پانے کے واسطے اپنے اوپر موت وارد کرلی ہے تو پھر وہ انسان پر خود ظاہر ہوتا ہے اور اس کو نوازتا

اور قدرت نمائی سے بلند کرتا ہے۔

دیکھو قرآن شریف میں ہے۔ وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیماً۔ قاعدین یعنی سست اور معمولی حیثیت کے لوگ اور خدا کی راہ میں کوشش اور سعی کرنے والے ایک برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ تجربہ کی بات ہے اور سالہائے دراز سے ایسا ہی دیکھنے میں آرہا ہے۔

انسان دنیا میں دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جن کو بدقسمتی سے یہ سکھایا جاتا ہے کہ بس اولیاء اور اقطاب دنیا میں ایسے بھی موجود ہیں کہ جنکی ایک توجہ سے انسان ولایت کے درجہ تک پہونچ سکتا ہے اور عرش تک کی اسے خبر ہو جاتی ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہیں جو قرآن شریف میں تدبر کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں اس کے پانے کے واسطے صدق و اخلاص سے کوشش اور ورزش کرتے ہیں۔ اور یہی ہیں کہ آخر جنکی پرسوز اور دردمندانہ محنتیں اور کوششیں ضائع نہیں کیجاتیں۔ اور آخر یہ لوگ جو صبر سے خدا کے دروازے پر مانگتے ہیں اور اخلاص اور صدق سے کھٹکھٹاتے ہیں ان کے واسطے کھولا جاتا ہے اور آخر وہ اپنے صدق و اخلاص اور سچی تڑپ اور حقیقی اضطراب کی وجہ سے خدائی رحمت کے خزانوں کے مالک اور وارث بنائے جاتے ہیں۔

دیکھو خدا بڑا بے نیاز ہے۔ اس کو اس بات کی کیا پرواہ ہے کہ کوئی جہنم میں جاوے یا کہ بہشت میں جاوے۔ کسی کے دوزخ میں جانے سے خدا کا کچھ بگڑتا نہیں اور کسی کے بہشت میں جانے سے سنورتا نہیں۔ خدا کا اس میں ذاتی نفع یا نقصان کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لایفتنون۔ یعنے کیا بس اتنی بات سے کہ لوگ زبان سے اتنا کہدیں کہ ہم ایمان لائے خدا راضی ہو جاتا ہے۔ اور حال یہ کہ ابھی ان کے اس قول کا امتحان نہیں کیا گیا کہ آیا وہ حقیقتاً مومن بھی ہیں یا کہ نہیں۔ اور ان کے اس قول کا صدق و کذب ظاہر نہیں ہوا۔

پس سچی اور پکی بات یہی ہے کہ انسان اول صدق اخلاص اور گدازش اختیار کرکے اپنے اوپر ہزاروں موتیں بسر کرے جب جاکر اللہ رحم کرتا ہے۔ اور اسکی طرف جھانکتا ہے جنتر منتر سے ولی بن جانیوالے خیالات کے لوگ اور صرف ایک چھو سے آسمانی خزانوں کے مالک بنا دینے کے خیالات رکھنے والے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔

ایکدفعہ ایک آدمی ہمارے پاس آیا اور کہا کہ میں تو ایسے کامل انسان کی تلاش میں ہوں جو دم بھر میں ایک توجہ سے ولی بنا دیوے۔ ہم نے بہتیرا سمجھایا مگر جب وہ باز نہ آیا تو ہم نے کہا کہ اچھا جاؤ تلاش کرو اگر تمہیں ایسا کوئی قطب غوث ملجاوے۔ آخر ایک بہت دراز کے بعد وہ ہمیں پھر مل گیا۔ بڑے خستہ حال مندے ہو رہے تھے۔ ہم نے پوچھا کہ کیوں! تم کو ایسا پھونک مارنیوالا آدمی ملا بھی جیسے تم تلاش کرتے تھے؟ وہ پھیکا ہی رہ گیا۔ اور کچھ جواب نہ دیسکا۔

ہمارے عقیدے کے موافق تو یہ بات ہے کہ نہ اللہ نے اور نہ ہی اس کے رسول نے کسی کو بھی یہ راہ نہیں سکھائی دیکھو صحابہؓ نے کسقدر کوششیں کی ہیں جنکی قسمت میں ہی ایسا ہوتا کہ اسکی عمر ضائع ہو وہ کتاب اللہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ قرآن شریف پڑھکر دیکھلو تمہیں کہیں بھی ایسا نہیں ملیگا کہ خدا اس شخص پر بھی راضی ہوتا ہے جو اسکی رضامندی کی راہوں سے غافل اور لاپرواہی کرنیوالا ہو۔ خدا تعالے نے اپنی رضامندی کی جو راہیں مقرر کر دی ہیں انہی کے اختیار کرنے سے وہ راضی ہوتا ہے۔

صاف طور سے اس نے یہ دعا سکھادی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ دیکھو انسان انسان سے خوش ہوکر اس کو انعامات عطا کرتا ہے۔ تو کیا خدا اپنی رضامندی کی راہوں پر چلنے والوں اور اس کی تلاش کرنے والوں سے محبت نہیں کریگا۔ مگر استعداد بھی ہو اس کے فیوض کے لینے کی۔ ایک گندہ پھوڑا جس میں پیپ اور گندے مواد بھرے ہوں اسپر کیسے مرہم کیا جاوے۔ دیکھو صحابہ نے حق فرمانبرداری اور رضاجوئی ادا کیا تھا اور وہ ایک عمدہ نمونہ اور اعلے مثال ہیں اس نبوت کے واسطے۔ انہوں نے کسطرح اپنی جانیں قربان کردیں۔ اطاعت کی۔ خون کی ندیاں بہادیں تو وہ بھی انکی اس حالت پر کیسا راضی ہو گیا۔

جتنے بھی بزرگ اور اولیاء گذرے ہیں وہ سب مجاہدات اور ریاضات میں اپنے اوقات گذارتے تھے۔ دیکھو بابا فرید صاحب اور اور جتنے بھی اولیاء اور ابدال گذرے ہیں یہ سب گروہ ایک وقت تک خاص ریاضات اور مجاہدات شاقہ کرنیکی وجہ سے ان مدارج پر پہنچے ہیں۔ اور ان لوگوں نے بڑی سختی سے اور پورے طور سے اتباع سنت کی ہے جب جاکر انکی مشیخت رنگ ناموس اور خواہ نخواہ کی کبریائی نکلی اور وہ گویا کہ سوئی کے ناکے میں سے ہوکر نکلے ہیں جس سے ہمیشہ ایسے لوگ نکلا کرتے ہیں جب جاکر کہیں ان لوگوں کو۔ جا النہیں نصیب ہوتی ہیں۔ دعائیں بھی انہی لوگوں کی قبول ہوتی ہیں۔ ورنہ دیکھو جیسے ایک حکیم کی دوائی بغیر پرہیز کرنے کے موثر نہیں ہوتی ایسے ہی دعا کی قبولیت کا بھی یہی راز ہے۔ دعا کچھ بھی اثر نہیں کرسکتی جبتک انسان پورا اور کامل پرہیز گار نہ ہو۔ لوگوں نے بعض اولیاء کی نسبت بعض جھوٹے قصے کہانیاں بنا رکھی ہیں وہ بھی مخلوق کی راہ میں بڑا بھاری پتھر اور روک ہو جاتے ہیں اور ٹھوکر کا باعث ہوجاتے ہیں۔ دیکھو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق بھی ایک قصہ ایسا گھڑ رکھا ہے کہ ایک چور ان کے سامنے آیا اور انہوں نے گویا ایک ہی پھونک سے اس کو ولی اور قطب بنا دیا تھا۔

یا درکھو کہ کوئی بھی کبھی بجز اپنے اوپر ایک موت وارد کرنے اور پوری اتباع سنت کے کسی خاص اور اعلے مقام پر نہیں پہونچا۔ ہاں البتہ یہ بھی صحیح ہے کہ استعداد کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا بعض طبیعتیں اور استعدادیں ہی اس قسم کی اللہ تعالے نے بنائی ہوتی ہیں اور ان میں ایسا مادہ رکھا ہوتا ہے۔ کہ نخوت تکبر عجب۔ پندار وغیرہ رذیل اخلاق ان سے خود بخود آسانی سے نکل جاتے ہیں اور ایک فانی اور لاشے بن جاتے ہیں اور جسطرح جیسے ایک دانہ زمین میں [illegible] خاک ہوجاتا ہے تو پھر خدا اس کو قدرت سے بڑھاتا ہے اسی طرح سے وہ لوگ بھی اول اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں [illegible] جب خدا ان کو پھر زندہ کرتا [illegible] اور پھیلاتا ہے۔ اور ان کی قبولیت [illegible] میں بڑھا دیتا ہے۔

پس اسطرح سے جو انسان کل [illegible] استعداد کے طرف سے اس کے امتحان کے واسطے وقتاً فوقتاً وارد ہوں ان کی برداشت کر لیتا ہے اور اپنی طرف سے کوئی خاص حد اور شرائط نہیں مقرر کرتا بلکہ خدا پر چھوڑ دیتا ہے تو خدا اس کو اپنے فضل سے ...... وہ کچھ دکھا دیتا ہے جس سے اس کا ایمان قوی اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور سلیم قلب حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر جو لوگ ضد کرتے ہیں اور خدا کو اپنے ارادوں کے ماتحت چلانے کی خواہش کرتے ہیں وہ لوگ محروم رہجاتے ہیں۔ اور پھر خدا ایسے لوگوں کی پرواہ بھی کیا رکھتا ہے۔ وہ بے نیاز ہے اس کے کروڑوں بندے ہیں۔ اگر نہیں مانتا تو نہ سہی وہ بھی جہنمی گروہ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ خدا نشان دکھانے میں بندہ کی خواہش اور ارادے کے ماتحت نہیں ہوتا۔

فیضان بھی استعداد پر ہوا کرتے ہیں [illegible] گو ہم شہود [illegible] ایک پیالہ ہوا اس میں [illegible] کتنی کی جانے پر نہیں گرتا اور نہیں بارور ہوتا [illegible] جب پر فسردہ مرجھا ہو اور حسرت کا لگ چکا ہے خدا کے انعامات و نشانات کے وارث نہیں ہو سکتے۔

بھلا نبی سے بڑھکر اور کون ہوگا۔ سارا قرآن شریف تدبر سے پڑھکر دیکھو کہ اللہ تعالے نے فیض کے حصول کے جو سامان مقرر فرمائے ہیں انہی کی پیروی سے وہ فیضان ملیگا۔ [illegible] خدا کی خلاف مرضی کرنے سے ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی خدا کے فیض کا وارث ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمنھم شقی و سعید یعنی انسان بلحاظ اپنی استعدادوں کے دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ گروہ ہے جن کو ایسے سامانوں کے جمع کرنے میں اور ایسے اعمال بجا لانے کی توفیق ہوتی ہے۔ جو فیوض و برکات الٰہی کے انوار کے جاذب ہوتے ہیں۔ اور وہ سعید کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کے اعمال بد اور خبیثہ باطن اُن کی ترقیوں کے آگے روک ہو کر اُن کو اعمال صالحات اور خدائی فیوض و برکات سے دور و مہجور کر دیتے ہیں۔ اب بھی دیکھ لو کہ خوب زور سے تائیدات سماوی اور نشانات کی ایک بارش ہو رہی ہے اور ایک سیلاب کی طرح ترقی ہو رہی ہے۔ مگر اس میں بھی وہی داخل ہو سکتے ہیں۔ جن کی روحوں میں سعادت کا حصہ ہے۔ شقی اور بدبخت لوگ باوجود ہزارہا نشانات کے دیکھنے کے اُن میں بھی وساوس شیطانی کو داخل کر کے سعادت اور قبول حق سے محروم رہ جاتے ہیں اور خدا کا بھی یہی منشا ہے۔ کہ بعض سعادت کی وجہ سے سعید اور بعض شقاوت کی وجہ سے شقی ہو کر یہ **اختلاف قیامت تک برابر قائم رہے**۔ پس جن کو خدا تعالیٰ کا منشا ہی ہماری جماعت سے باہر رکھنے کا ہو۔ اُس کو ہم کیسے ہدایت دے سکتے ہیں۔ دیکھو! کسی خاص شخص کی پرواہ نہ خدا کو منظور ہوا کرتی ہے۔ اور نہ ہی اس کے رسول کسی خاص شخص کی ہدایت کے لئے زور دیا کرتے ہیں۔ بلکہ اُن کی دعائیں اور اضطراب عام خلق خدا کے واسطے ہوتے ہیں۔ دیکھو! **رسول اکرمؐ** سے بھی معجزات مانگے گئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا۔ قالوا لولا نزل علیہ اٰیٰت من ربہ۔ قل انما الاٰیات عند اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اقتراح کو منع کیا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ اقتراح کرنے والے لوگ ہمیشہ ہدایت سے محروم ہی رہتے ہیں کیونکہ خدا نہ اُن کی مرضی اور خواہشات کا تابع ہوتا ہے اور نہ وہ ہدایت پاتے ہیں۔ دیکھ لو جب نشانات اور معجزات اقتراحی رنگ میں طلب کئے گئے جب ہی یہی جواب ملا۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ خدا تعالیٰ کے اب بھی ہزاروں نشانات ہیں۔ جو گننے سے گنے نہیں جا سکتے۔ اور ہماری کتابوں میں تفصیل سے درج ہیں۔ اُن کو دیکھا جاوے۔ کیا وہ قابل قبول اور خدائی شان و شوکت کا رعب اپنے اندر رکھتے ہیں یا کہ کسی انسان کی طاقت میں اُن کا امکان ممکن ہے۔ پھر جو نشانات خدا تعالیٰ نے **خود اپنی مرضی** اور خوشی سے دیئے ہیں اُن سے تسلی تشفی نہ پا کر اپنی تسلی تشفی کے واسطے خاص نشانات طلب کرنا تو نہ قرآن میں ثابت ہے اور نہ کسی پہلے نبی کی زندگی میں ملتا ہے۔ **پس ہم سے کیوں منہاج نبوت سے** باہر سوال کیا جاتا ہے۔ ایسا ہرگز جائز نہیں۔ پہلے سوال کرنے والوں اور معجزات مانگنے والوں کو دیکھ لو۔ ان سے کیا معاملہ ہوا۔ وہی اب موجود ہے۔ ہم نے خدائی کا دعویٰ تو نہیں کیا۔ نشان خدا کے ...... قبضہ میں ہیں۔ جب اور جس قسم کے وہ چاہے اپنی مرضی سے ظاہر کرے۔ وہ کسی زید و بکر کی خواہشات کا پابند اور ماتحت نہیں ہے۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ایسا انسان کبھی کامیاب بھی ہوا ہو۔ وہی قرآن شریف موجود ہے۔ اس میں دیکھ لیا جاوے۔ خدا کبھی مجبور نہیں ہوا۔ اور نہ وہ مجبور ہو کر ایسا کیا کرتا ہے۔ بلکہ جب وہ چاہتا ہے۔ اپنی مرضی سے مانگنے والوں کی خواہشات سے ہزار درجہ بڑھ چڑھ کر بھی نشان دکھا سکتا ہے۔ اور دکھاتا ہے۔ اُس کو کسی خاص انسان کی پرواہ نہیں ہوا کرتی۔ کہ یہی شخص ہدایت پاوے گا۔ تو یہ کارخانہ چلے گا۔

آپ بھی مسلمان ہیں۔ بھلا آپ نے بھی کہیں قرآن شریف میں اس قسم کا مضمون پایا ہے۔ کہ کبھی کسی نے اقتراحی رنگ میں نشان مانگا ہو اور پھر اُس نے پا بھی لیا ہو۔ ہرگز ایسا ثابت نہ ہو گا کہ کسی نے اس طرح سے مانگا اور پھر پا لیا ہو۔ پس اگر ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ تو یہ ایک قسم کی جرأت اور بے ادبی ہے۔ اس سے مسلمان کو بچنا چاہئے۔

پس جس طرح سے آنحضرتؐ نے نشان مانگنے والوں کو کہا اور جواب دیا تھا۔ ہم بھی اُسی طرح کہتے ہیں۔ کہ **نشان خدا کے پاس ہیں۔ وہ جس طرح کے چاہے اور جس وقت چاہے۔ دکھا سکتا ہے۔ نشان دکھانا ہمارا کام نہیں ہے۔**

خدا کے دکھائے ہوئے نشانات ہزاروں موجود ہیں۔ ہاں البتہ اُن میں یہ بات ضرور ہے۔ کہ وہ کسی کے خاص کر کے مانگے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ہیں۔ جو خدا نے خود اپنے ارادے اور خوشی سے دکھائے۔ میں تو ایسے شخص کے اسلام میں ہی شک کرتا ہوں۔ جو مسلمان کہلا کر قرآن شریف اور سنت رسولؐ سے باہر کوئی سوال کرتا ہے۔

اگر سعادت و رشد کا انسان میں کچھ بھی حصہ ہو اور حق طلبی کی پیاس اور سچی تڑپ موجود ہو۔ تو کیوں خدائی نشانات میں غور نہیں کی جاتی۔ اور اُن کو کیوں قبول نہیں کیا جاتا۔ کیا وہ نشانات باسی ہو گئے ہیں۔ کہ اُن کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور کہا جاتا ہے کہ **جو ہم مانگتے ہیں وہ ہمیں دیا جاوے یاد رکھو یہ بڑی بھاری جرأت اور بے ادبی ہے۔ خدا بڑا بے نیاز ہے۔ اُسے کسی کی پرواہ ہی کیا ہے۔ اگر ساری دُنیا بھی اُس سے منہ پھیر لے۔ تو اُس کا کچھ بگڑتا نہیں۔ کسی کی خواہشات کا ماتحت** ہو کر اور مجبور ہو کر وہ نہیں چلے گا۔

نماز ظہر کے بعد

پھر پیر صاحب موصوف کو بلا کر نہایت نرمی، اخلاق اور محبت بھرے الفاظ سے یوں فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جب انسان کے دل کی حالت صاف ہوتی ہے اور اُس میں ایک خلوص اور حق کی تڑپ ہوتی ہے اور خدا کو جو دلوں کے حالات سے واقف ہے اُس کے لئے کوئی امر ہدایت کا منظور ہوتا ہے تو خدا اپنے مامور کے دل میں اس شخص کے لئے ایک خاص جوش اور توجہ پیدا کر دیتا ہے اور **الہام خفی** سے مامور کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے مگر یہ جب ہوتا ہے کہ خدا کو سائل کی حالت تقویٰ اور سچی تڑپ معلوم ہو جاوے۔ پس اس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ حضور الٰہی میں سائل کا سوال قابل قبول ہو گیا ہے۔ پس آپ اس امر کے لئے خدا کے حضور دعا کریں۔ اور توبہ استغفار سے کام لیں۔ ممکن ہے کہ آپ کی دعا کی وجہ سے خدا کوئی ایسے سامان مہیا کر دے۔ جس سے آپ کے واسطے تسلی کے سامان مہیا ہو جاویں۔ اُس کے بغیر چارہ نہیں ہے کیونکہ وہ بڑا بے نیاز ہے۔ اور انسان اُس کا ہر آن محتاج ہے۔ اور اُسی کی مدد کا محتاج ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدسؑ تشریف لے گئے۔ اور جناب پیر صاحب موصوف حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس درس گاہ میں گئے۔

پیر صاحب سے حضرت حکیم الامت رضی اللہ عنہ یوں مخاطب ہوئے۔ کہ حضرت اقدسؑ نے نماز کے بعد آپ کو جو نصیحت کی ہے۔ آپ اُس کا مطلب بھی سمجھے ہیں؟ اور پھر اس کی یوں

تفسیر

بیان فرمائی۔ حضرت مرزا صاحبؑ کا مطلب یہ تھا کہ انسان میں اضطراب پیدا ہو جاوے اور ایک خاص جوش اور تڑپ سے خدا کے حضور التجا کرے۔ کہ اے خداوندا! تجھ سے بڑھ کر کوئی بھی عالم نہیں۔ تو ہر ایک انسان کے دل کی حالت اور اس کی تسلی کے باریک در باریک ذرائع سے بھی واقف ہے۔ اور تجھ سے لطیف در لطیف دلائل اور براہین جو حق اور باطل میں تمیز کرنے کا باعث ہوں۔ اور کون جان سکتا ہے۔ پس تو ہی مجھ کو اپنے رحم سے حق کی ہدایت فرما اور دل کو صراط مستقیم کے قبول کرنے کی توفیق و طاقت عنایت فرما۔

فرمایا۔ مسائل مختلف فیہ میں میرا اپنا یہی طریق عمل ہے۔ اور میں ہمیشہ سے اسی راہ پر قائم ہوں۔ اللّٰھم اھدنی لما اختلف فیہ۔ خدا سے بڑھ کر اس مطلب کے لئے اور کون موزوں و مناسب ہے اور بجز خدا کے اور کون ہے۔ جو دل کی تسلی و تشفی کر سکے۔ جو دل اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہی دلوں کا مالک اور متصرف ہے۔

خدا سچے اضطراب کو قبول فرماتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں وارد ہے۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ اور پھر فرمایا ہے ادعونی استجب لکم۔ اور پھر فرماتا ہے کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ قرآن شریف کا ابتدا بھی **دعا** سے ہے اور پھر انتہا بھی **دعا** پر ہوا ہے۔

پس ان سب باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص دعا کرتا ہے۔ اور اس دعا کے واسطے سچی **تڑپ۔ اضطراب** اور حق کی **تلاش کا جوش** ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے واسطے حق کی راہیں کھول دیتا ہے۔ دعا ایک ایسی چیز ہے۔ کہ جو شخص **خدا پر ایمان** رکھتا ہے وہ **قبولیت** دعا کو بھی مانتا ہے۔

لیکن بعض اوقات دعا کی قبولیت میں انسان کے اپنے گناہ روک ہو جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات دعا کی قبولیت بجائے ہدایت کے ضلالت اور ابتلا کا باعث ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کی آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا وما یضل بہ الا الفاسقین۔ پس اس کا علاج استغفار مقرر کیا گیا ہے۔ دعا کرنے سے پہلے انسان بہت بہت استغفار کرے۔ انسان غلطی سے پاک نہیں۔ لہذا خدا کے حضور التجا کرے۔ کہ یاالٰہی میرے اعمال بد کے نتائج بد سے تو مجھے محفوظ رکھ۔ اور آئندہ غلطیوں سے میری حفاظت کر۔ جتنے جو غلطیاں مجھ سے پہلے سرزد ہو چکی ہیں۔ اُن کے نتائج بد اور سزا سے بچا اور حفاظت میں لے۔ اور آئندہ تیری ایسی حفاظت میرے شامل حال ہو۔ کہ گناہ مجھ سے سرزد ہی نہ ہوں۔ ہر گناہ کا نتیجہ سزا ہوتا ہے اور ابتلا۔ تو ممکن ہے کہ انسان کی دعا یا تو بوجہ اس کے گناہوں کے قبول ہی نہ ہو۔ اور اگر قبول ہو بھی۔ تو ابتلا کے رنگ میں ہو۔ اصطفیٰ اور اجتبیٰ کے رنگ میں نہ ہو۔ اسی واسطے استغفار کا پڑھنا درد دل اور سوز سے ضروری ہے۔

تیسرا ضروری امر یہ ہے۔ کہ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** کا ورد بھی درد دل سے کرے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کسی نیکی۔ سکھ اور فضل و فیض کے جذب کی توفیق مجھ کو نہیں۔ میرا کوئی علم طاقت اور عمل کافی نہیں۔ غرضیکہ میں کسی فضل اور رحمت کے پانے کا اقتدار نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی مجھ میں کوئی ایسی قوت اور طاقت ہے۔ کہ جس کے ذریعہ سے میں کسی دکھ۔ مصیبت۔ کم علمی۔ جہل و نادانی یا بد عادت و گناہ کو ترک کر سکوں۔ یا مقابلہ کر سکوں۔ الا باللہ۔ مگر اللہ کے فضل اور توفیق سے۔

مختصر یہ کہ ایصال خیر اور دفع شر کی مجھ میں طاقت اور قوت نہیں۔ بجز اس کے کہ اللہ کی خاص توفیق شامل ہو۔

غرض **استغفار** تو اس لئے کہ ہماری دعائیں . . . . . کسی ابتلا کا باعث نہ ہو جاویں۔ اور لاحول اس واسطے کہ ہمارا علم کافی نہیں اور اظہار عجز کے واسطے۔

سچا اضطراب **لاحول**۔ استغفار پڑھ کر دعائیں کرنے کے بعد بھی اگر کچھ دیر قبولیت دعا میں ہو تو کچھ صدقہ خیرات کر دے۔ صدقہ بھی قبولیت دعا کا ایک راز ہے۔ حدیث میں آیا ہے ان الصدقۃ تطفی غضب الرب۔ بعض مصائب شدائد صدقہ سے ٹل جاتے ہیں۔ **صدقہ رد بلا**۔ عام طور سے مثل کے طور پر مشہور ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی گناہ یا خدا کی ناراضگی قبولیت دعا کے واسطے روک ہو رہی ہو۔ اور ہمیں اُس کا علم نہ ہو۔ وہ صدقہ سے ٹل جاوے اور پھر قبولیت دعا کا دروازہ کھل جاوے۔

پھر **درود** پڑھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں درد دل سے آنحضرتؐ کے لئے خاص رحمت اور خاص فیضان اور خاص خاص مدارج علویہ کے حصول کی دعا مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ کہ جو شخص رسول اللہؐ پر درود ایک بار بھیجتا ہے۔ خدا اُس پر کئی بار رحمت نازل کرتا ہے۔ خدا کی رحمت کیا ہے؟ وہی **ہدایت** ہے۔ ہر مشکل سے نکل جانا بھی ہدایت ہے۔ خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی۔ غرض یہ خدا کا وعدہ ہے۔ جو کبھی نہیں ٹلتا۔

مثنوی میں ایک طوطے کا قصہ یوں درج ہے کہ ایک طوطا ایک تاجر کے پاس تھا۔ تاجر تجارت کی غرض سے ہندوستان جانے لگا۔ تو اُس طوطے نے تاجر سے عرض کیا۔ کہ آپ میرا اسلام ہند کے طوطوں کو پہنچا دینا۔ چنانچہ وہ تاجر جب ہندوستان میں آیا۔ اور اُس نے طوطے کا سلام طوطوں کو پہنچایا۔ تو اُن میں سے ایک طوطا تڑپ تڑپ کر زمین پر گر گیا اور ایسا دکھائی دیا کہ گویا مر گیا ہے۔ تاجر جب سفر سے واپس آیا۔ تو طوطے نے اُس سے اپنے سلام کا حال دریافت کیا۔ تاجر نے اپنا سارا ماجرا بیان کیا۔ تو وہ طوطا بھی ایسا تڑپا اور گردن ڈال دی کہ گویا مر گیا۔ مالک کو رنج ہوا۔ اُس نے مردہ جان کر پنجرے میں سے نکال کر باہر پھینک دیا۔ طوطا اُڑ کر درخت پر جا بیٹھا۔ مالک نے حیران ہو کر پوچھا۔ یہ کیا ہوا تو پھر طوطے نے جواب دیا کہ اصل میں میرا اسلام یہی معنے رکھتا تھا۔ کہ مجھے کوئی ترکیب بتاؤ۔ جس سے میں اس قید سے رہائی پا سکوں۔ تو اُنہوں نے جواب دیا تھا کہ بجز موت وارد کرنے کے رہائی ممکن نہیں۔

اسی طرح ہم بھی جو انبیاء اور عباد اللہ الصالحین پر سلام اور درود بھیجتے ہیں۔ اس کا بھی یہی منشاء اور ماحصل ہے کہ اے نجات یافتہ روحو! اور خدا کے مقدس مجتبیٰ اور مصطفیٰ لوگو! تم تو **نجات یافتہ اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ** کے مصداق ہو کر بارگاہ الٰہی میں مقرب بنے ہو۔ ہمیں بھی اپنی جانوں کے صدقے کوئی ایسی راہ بتاؤ۔ کہ ہم بھی دنیا کی ان تلخیوں اور گناہوں سے نجات یاب ہو سکیں۔ اور ہمیں اجتبیٰ اور اصطفیٰ کے مدارج نصیب ہو کر ہم بھی خدا کی رضوان کے عرش کے سایہ میں آجاویں۔

غرض دعا ہی ایک اعلیٰ ہتھیار جو ہر مشکل سے نجات کی راہ ہے۔ جہاں کوئی ہتھیار کارگر نہیں ہو سکتا وہاں دعا کے ذریعہ کامیابی ممکن اور یقینی ہوتی ہے مگر شرط یہ ہے۔ کہ دعا کی قبولیت کے تمام شرائط اور لوازم مہیّا و میسّر ہوں۔

عمدہ دعا اھدنا الصراط المستقیم ہے۔ جس میں نہ کسی خاص مذہب کا نام ہے۔ اور نہ کوئی خاص پہلو اختیار کیا گیا ہے۔

میرا دل چاہتا ہے کہ حضرت اقدسؑ کے اُن الفاظ کا جو آپ نے بعد از نماز فرمائے۔ مطلب سب لوگ سمجھیں۔ اور اس پر کاربند ہوں۔

معذرت

چونکہ ۲۔ اپریل ۱۹۰۸ء کے الحکم کی کاپیاں پتھروں پر لگائے جانے کے بعد مورخہ ۳۱۔ مارچ ۱۹۰۸ء قبل ظہر ایک لطیف اور مبسوط تقریر حضرت اقدسؑ نے فرمائی۔ جس کا بہت جلد شائع کیا جانا از بس ضروری معلوم ہوا۔ مگر چونکہ اُن کاپیوں کی ترتیب اس امر کی مانع تھی کہ یہ تقریر یکجائی طور سے شائع ہو سکتی۔ لہذا مناسب سمجھا گیا کہ صرف اس تقریر کو وقت پر شائع کر دیا جاوے تاکہ احباب کو انتظار کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اسی عجلت کی وجہ سے دو ورقہ شائع ہوا۔

مینجر

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا۔